صلح حدیبیہ

اثرات ونتائج

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری
مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، مبارک پور

شعبہ دعوت وتبلیغ

جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ
مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلح حدیبیہ

اثرات ونتائج

از

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری

مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارک پور

شعبۂ دعوت وتبلیغ

جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

یوپی (انڈیا) پن کوڈ ۲۷۶۴۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلح حدیبیہ

اثرات ونتائج

از قلم

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری

مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارک پور

حسبِ ایماء وہدایت

ایک ہمدردِ ملت صاحبِ خیر

زیر اہتمام

شعبۂ دعوت وتبلیغ جامعہ عربیہ عین الاسلام

نوادہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

05462-250410

ہدیہ ——— دعاءِ خیر

نوٹ: یہ کتابچہ اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں دستیاب ہے۔

صلح حدیبیہ

اثرات ونتائج

صلح حدیبیہ اسلامی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہے، اس کے اثرات ونتائج بے نظیر بھی ہوئے اور ہمہ گیر بھی۔ ایسے محیر العقول نتائج کہ ظاہر بیں نگاہیں دنگ رہ گئیں، ایسے دور رس اثرات وثمرات جنھوں نے اسلام کو نئی قوت وطاقت عطا کردی، دشمنانِ اسلام کی کمر توڑ کرر کھ دی اور وہ ہمیشہ کی مغلوبانہ زندگی بسر کرنے کے لئے مجبور ہو گئے۔

صلح حدیبیہ کی وجہ

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے، اس سے متصل ایک آبادی تھی، وہ بھی اسی نام سے موسوم تھی، یہ آبادی مکہ معظّمہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے، اصحاب سیر کے مطابق اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور کچھ حل میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے کچھ اصحاب مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے بعض اصحاب نے سر منڈایا، بعض نے کترایا۔

دلوں میں بیت اللہ کی محبت اور شوق کی جو چنگاریاں دبی ہوئی تھیں، خواب سنتے ہیں بھڑک اٹھیں اور بیت اللہ کی زیارت کے شوق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بے چین وبے تاب کردیا۔

قرآن اس خواب کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ	بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقعہ کے مطابق ہے کہ تم لوگ

اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَاتَخَافُوْنَ ط فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذَالِکَ فَتْحًا قَرِیْبًا☆

(فتح - ۲۷)

مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور داخل ہو گے امن وامان کے ساتھ، تم میں سے کوئی سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کتراتا ہوگا، تمہیں کسی قسم کا اندیشہ نہ ہوگا، پس اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تمہیں معلوم نہیں، پھر اس سے پہلے لگے ہاتھ ایک فتح دیدی۔

آیتِ کریمہ میں فَتْحًا قَرِیْبًا سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیوں کہ مستقبل قریب میں یہ صلح مکمل طور پر فتح کی صورت میں ظاہر ہوئی اور مکہ مکرمہ میں عمرہ کے لئے داخل ہونے سے پہلے اس صلح کی باری آگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً پندرہ سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ یکم ذیقعدہ ۶ھ کو بقصدِ عمرہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، چونکہ جنگ کا ارادہ نہیں تھا اس لئے جنگی سازوسامان ساتھ نہیں تھا، صرف اتنے ہتھیار ساتھ رکھے جو مسافر کے لئے ضروری ہوتے ہیں، اور وہ بھی نیام میں رکھے۔

لیکن قریش مکہ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو عمرہ سے روکنا چاہا اور لشکر جمع کرنے لگے اور عہد کرلیا کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے، آپ جس راستے سے سفر کر رہے تھے، اس راستے میں بطور مقدمۃ الجیش دوسو سواروں کا ایک لشکر بھی بھیج دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر لگی تو آپ نے راستہ تبدیل کر دیا اور دوسرے راستے سے مقامِ حدیبیہ پہنچ گئے کیوں کہ آپ لڑنے کے ارادے سے گئے ہی نہیں تھے۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے درمیان لڑائی کی نوبت تو نہیں آئی لیکن قریش نے آپ اور آپ کے صحابہ کو عمرہ کرنے نہ دیا، درمیان میں بہت سے واقعات پیش آئے، پھر باہمی صلح کی باری آئی۔

شرائطِ صلح اور صحابۂ کرامؓ کا غم

باہم صلح کی جو شرائط طے ہوئیں وہ یہ تھیں:

۱- دس سال تک آپس میں جنگ بند رہے گی۔

۲- قریش کا جو آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائے گا وہ واپس کیا جائے گا، اگر چہ مسلمان ہو کر جائے۔

۳- جو شخص مسلمانوں میں سے قریش کے پاس آئے گا، قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

۴- اس درمیان کوئی ایک دوسرے کے خلاف تلوار نہ اٹھائے گا، دلوں کی عداوتیں دلوں میں رہیں گی، انھیں ظاہر نہ کیا جائے گا، نہ ہی بدعہدی اور خیانت کی جائے گی۔

۵- محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امسال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں، مکہ میں داخل نہ ہوں، سالِ آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں، سوائے تلواروں کے کوئی اور ہتھیار ساتھ نہ ہو اور تلواریں بھی نیام میں ہوں۔

۶- دیگر قبائل کو اختیار ہے کہ جو جس کے معاہدہ میں شامل ہونا چاہے، شامل ہو جائے، جو چاہے قریش کے ساتھ ہو جائے، جو چاہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہو جائے (معاہد قبائل کے بھی یہی حقوق ہوں گے)

چنانچہ بنوخزاعہ، مسلمانوں کے معاہدے میں داخل ہو گئے اور بنوبکر قریش کے ساتھ ہو گئے۔

شرائطِ معاہدہ میں سے نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۵ سراسر مغلوبانہ صلح تھی، مسلمانوں کے لئے سخت تکلیف دہ اور سوہانِ روح، مسلمانوں کے ارمانوں پر پانی پھیرنے والی، مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کرنے والی، ان کے دلوں کو زخموں سے چور چور کر دینے والی۔

شرائطِ صلح کے دوران ہی ابوجندل رضی اللہ عنہ پابہ زنجیر، قید سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے، یہ پہلے سے مشرف باسلام ہو چکے تھے، اور کفارِ مکہ انھیں طرح

طرح کی اذیتیں دے رہے تھے، اب یہ حضورؐ کے پاس پہنچ چکے تھے، گویا ان کی تکلیف کا دور ختم ہو چکا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادلِ ناخواستہ شرائطِ معاہدہ کے تحت انھیں بھی واپس کر دیا۔

مسلمانوں پر ان کی واپسی بہت شاق گذری، حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا، انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے کہا "کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟" آپؐ نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمرؓ نے کہا "پھر یہ ذلت کیوں گوارہ کریں؟" آپ نے ارشاد فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں، اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، وہ میرا معین اور مددگار ہے، حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، حضرت عمرؓ کو بعد میں اپنی اس گفتگو پر بہت ندامت ہوئی، انھوں نے اس کے کفارے میں بہت سی نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقہ و خیرات کیا اور بہت سے غلام آزاد کئے۔

صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے اس کو واپس نہ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں، اللہ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص مسلمان ہو کر ہماری طرف آئے گا اگرچہ از روئے معاہدہ واپس کر دیا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کے لئے نجات کی کوئی صورت پیدا فرما دے گا۔

مسلمانوں کے صدمے کا یہ عالم تھا کہ تکمیل صلح کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا تو ایک شخص بھی نہ اٹھا، سب کے سب بہت مغموم اور شکستہ خاطر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا تو بھی نتیجہ جوں کا توں، جب آپؐ نے یہ حالت دیکھی تو آپ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس

تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! یہ صلح مسلمانوں کو بہت شاق گذری ہے جس کی وجہ سے وہ افسردہ خاطر اور شکستہ دل ہیں اسی وجہ سے تعمیل ارشاد نہ کرسکے، آپ کسی سے کچھ نہ فرمایئے، باہر تشریف لے جایئے اور قربانی کر کے سر منڈا دیجئے، لوگ خود بخود آپؐ کی اتباع کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔

صلحِ حدیبیہ، فتحِ مبین

اوپر کے واقعات غماز ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کو اس صلح سے کس قدر صدمہ پہنچا تھا، دل ٹوٹا ہوا، غم سے نڈھال، ہاتھ پاؤں کی طاقت جیسے جواب دے گئی تھی، افسردگی اور دل شکستگی اپنی آخری حدوں کو پہنچی ہوئی تھی، وہ اس صلح کو ذلت کی صلح سمجھتے تھے، انھیں ایسا لگتا تھا جیسے کفار مکہ نے اپنی من مانی شرطیں عائد کر کے مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا ہے اور خود عزت ووقار کا تمغہ پہن لیا ہے، کفار خوش خوش واپس جا رہے تھے اور مسلمان حسرت وافسوس کے ساتھ بوجھل قدموں سے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان پہنچے سورۂ فتح نازل ہوئی، یہ سورہ مسلمانوں کے زخمی دلوں کا مرہم تھی، مسلمان جسے اپنی ذلت سمجھ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے فتحِ مبین (کھلی فتح) قرار دیا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ☆ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا☆

(فتح-۱،۲)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلی ہوئی فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنی نعمت کو تام کردے اور آپ کو سیدھے راستے پر لے چلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کر کے پوری سورہ سنادی، اس میں صلح کے مختلف مراحل اور اس دوران پیش آنے والے سارے واقعات کا تذکرہ یا

اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا تھا، صحابۂ کرامؓ نے تعجب سے پوچھا یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

صلح حدیبیہ کی حصولیابیاں

ظاہری نگاہوں میں جو صلح دب کر ہوئی تھی اس کے فائدے ایسے ایسے ظاہر ہوئے کہ لوگ حیران رہ گئے، امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی تھی، جہاں بھی کوئی مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے سامنے آجاتے، جنگ ہوکر رہتی تھی۔ لیکن جب یہ صلح ہوگئی، جنگ روک دی گئی، لوگ ایک دوسرے سے مامون ہوگئے، میل ملاقات ہونے لگی، باہم گفتگو اور تبادلۂ خیال ہونے لگا، بات چیت کا موقع ملا تو لوگ اسلام کو سمجھنے کی بھی کوشش کرنے لگے، قرآن سنتے، دینی احکام پر گفتگو کرتے، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اسلام سے متاثر ہونے لگے اور بکثرت اسلام میں داخل ہونے لگے۔ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک دوسال کے عرصہ میں اس قدر لوگ اسلام لائے کہ ابتدائے بعثت سے اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً پندرہ سو مسلمان تھے، لیکن دوسال کے بعد جب آپ، فتحِ مکہ کے لئے نکلے تو آپ کے ساتھ دس ہزار جانباز تھے۔

صلح کے نتیجہ میں جو اطمینانِ خاطر نصیب ہوا اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کئے، اس طرح اسلام کی دعوت سارے عالم میں پھیلنے کے امکانات پیدا ہوئے، اور اسلام کی دعوت کے ہمہ گیر وعالمگیر ہونے کا ثبوت ملا۔

مولانا ادریسؒ کاندھلوی لکھتے ہیں:

حق جل شانہ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین اور موجبِ سکینت وطمانیت فرمایا،

بیشک وہ فتح مبین اور موجب سکینت وطمانیت ہوئی۔ اس لئے کہ ''فتح'' کے معنیٰ لغت میں کسی بند چیز کے کھول دینے کے ہیں، عرب کی مخالفت کی وجہ سے اب تک دعوتِ اسلام اور تبلیغِ احکام کا دروازہ بند تھا، اس صلح نے اس دروازہ کو کھول دیا۔ اب وقت آیا کہ اللہ عزوجل کا پیغام اس کے تمام بندوں کو پہنچا دیا جائے اور اس کے عظیم الشان دسترخوان پر دنیا کو صلائے عام دی جائے کہ آکر اس دسترخوان کے لذائذ وطیبات، فوائد وثمرات سے لطف اندوز ہوں۔'' (سیرۃ المصطفیٰ ج ۲ ص ۳۷۹)

چنانچہ اس پروگرام کے تحت شاہانِ عالم کو جو خطوط روانہ کئے گئے ان کی صورتِ حال یہ تھی کہ ہرقل قیصر روم کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ تھے۔ خسرو پرویز کسریٰ ایران کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ تھے۔ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ تھے۔ مقوقس شاہ مصر واسکندریہ کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ تھے۔ منذر بن ساویٰ شاہِ بحرین کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت علاء بن حضرمیؓ تھے۔ شاہِ عمان کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ تھے۔ رئیسِ یمامہ کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت سلیط بن عمروؓ تھے۔ امیر دمشق کے پاس نامۂ مبارک لے جانے والے صحابی حضرت شجاع بن وہاب اسدیؓ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کے پاس جو خطوط روانہ کئے تھے ان سلاطین وملوک میں عرب، عجم، اہلِ کتاب، مجوسی ومشرکین سبھی تھے، آپؐ نے سب کو اسلام کی دعوت دی، اس سے ظاہر ہوگیا کہ آپ کا دین عربی، عجمی، یہود ونصاریٰ، مشرکین ومجوسی غرضیکہ ساری اقوام کے لئے تھا، اور آپ سب کی طرف اللہ کے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے تھے، گویا صلحِ حدیبیہ نے اقوام عالم کی طرف دین کی دعوتِ عام کا دروازہ کھول دیا۔

اس صلح کی تیسری اہم حصولیابی یہ تھی کہ مکہ فتح ہوا، انہی شرائطِ صلح میں سے ایک کی کفار کی طرف سے خلاف ورزی کی وجہ سے۔

کفار مکہ کے حلیف قبیلہ بنوبکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے ایک شخص کا قتل کردیا، اس معاملے میں قریشِ مکہ نے اپنے حلیف قبیلے بنوبکر کی مدد کی تھی، مسلمانوں کا حلیف قبیلہ بنوخزاعہ مسلمانوں سے مدد کا طالب ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد کے لئے تیار ہوگئے، قریش کے پاس قاتل کے حوالہ کرنے یا خون بہا کا مطالبہ کیا، قریش نے ٹال مٹول کی، یہاں تک کہ کہہ اٹھے کہ ہمارا معاہدہ ٹوٹ گیا، قریش کی اس حرکت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کردی، کفار مقابلے کی تاب نہ لاسکے اور مکہ فتح ہوگیا۔

اس طرح مکہ مکرمہ کی فتح کی بنیاد، شرائطِ صلح حدیبیہ میں کی ایک شرط کی خلاف ورزی بنی اور ظاہراً مغلوبانہ صلح اتنی زبردست کامیابی کا سبب بن گئی۔

صلح حدیبیہ پر غور-آج کے حالات میں

صلح حدیبیہ اور اُس وقت کے حالات کو آج کے حالات کے تناظر میں دیکھنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ صلح اسلام کے نزدیک پسندیدہ چیز ہے، جن حالات میں مسلمانوں کے جان ومال زیادہ محفوظ رہیں، لوگوں کو اسلام کو سمجھنے اور جاننے کے زیادہ مواقع حاصل ہوں وہ حالات، حالتِ جنگ کے مقابلے میں قابلِ ترجیح ہیں۔

اگر مخالف فریق، صلح پر آمادہ ہو تو مسلمانوں کو بھی فوراً صلح پر آمادہ ہوجانا چاہئے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ☆ (انفال-۶۱)	اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہوجایئے اور بھروسہ اللہ پر رکھئے۔ (یعنی محض صلح پر بھروسہ نہ رکھئے)

صلح حدیبیہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ کبھی کبھی مغلوبانہ صلح بھی سراسر فائدہ مند رہتی ہے، دیکھنے میں لگتا ہے کہ ذلت کے ساتھ صلح کی جارہی ہے، کافروں کو غلبہ حاصل ہے، مسلمان دب گئے ہیں مگر انجام کار مسلمان ہی عروج حاصل کرتے ہیں، مستقل اور دائمی عزت مسلمانوں کو ہی حاصل ہوتی ہے، ہمیشہ کی مغلوبیت وذلت کفار کے حصے میں آتی ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ

نہ ہرجائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

ترجمہ: ہرجگہ سواری کو آگے بڑھانا مناسب نہیں ہوتا، بلکہ بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ جہاں ڈھال ڈال دینی چاہئے۔

صلحِ حدیبیہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ وقتی طور پر کسی کا مغلوب ہو جانا یا مغلوبانہ حیثیت کو قبول کر لینا، مستقل مغلوب ہو جانے کی دلیل نہیں، بلکہ آدمی دوبارہ ابھر کر سامنے آتا ہے، اور ظاہراً غلبہ حاصل کر لینے والوں پر ہی غالب آجاتا ہے، اس کی ایک اور مثال روم وایران کا واقعہ بھی ہے:

الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۞ فِيْ اَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ ۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۞ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ط لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ۢ بَعْدُ ط وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ بِنَصْرِ اللّٰهِ ط يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۞ وَعْدَ اللّٰهِ ط لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ۔

(روم-۱تا۶)

الــــم۔ اہلِ روم ایک قریب کی جگہ میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب (تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر) غالب آجاویں گے، پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی، اور اُس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی امداد پر خوش ہوں گے، وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے، زبردست ہے، رحیم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔

چنانچہ شکست کھائے ہوئے رومی چند سال ہی میں دوبارہ طاقت حاصل کر کے ایران پر

غالب آ گئے اور قرآن کی پیشینگوئی پوری ہوئی، اسی طرح مکہ سے نکالے ہوئے مظلوم مسلمان بھی مکہ پر غالب آ گئے اور مکہ کو فتح کرلیا۔

غلبۂ روم کی پیشینگوئی

واقعہ کی تفصیل، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی معرکۃ الآراء تحریر کی روشنی میں بالاختصار پیش ہے:

قرآن نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے جن واقعات کی پیشینگوئی کی ہے ان سب میں سب سے زیادہ شاندار، سب سے زیادہ صاف وصریح، سب سے زیادہ معرکۃ الآراء غلبۂ روم کی پیشینگوئی ہے۔

عرب کے دائیں اور بائیں دونوں پہلوؤں میں روم وفارس کی پرزور حکومتیں قائم تھیں، اُس وقت ایران کا تاجدار خسرو اور روم کا فرمانروا ہرقل تھا، ان دونوں سلطنتوں میں ایک مدت سے معرکہ آرائیوں کا سلسلہ قائم تھا، بعثت نبوی کے پانچویں سال یعنی ۶۱۳ء میں اُن دونوں ہمسایہ سلطنتوں میں ایک خونریز جنگ شروع ہوگئی، اگرچہ ان دونوں قوموں میں سے کسی قوم نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا تھا، تاہم رومی حضرت عیسیٰؑ کے پیرو اور اہلِ کتاب تھے، اور ایرانیوں کے عقائد مشرکین مکہ کے عقائد کے ساتھ مطابقت رکھتے تھے، اس لئے لازمی طور سے مسلمانوں کو رومی عیسائیوں کے ساتھ اور مشرکین مکہ کو ایرانیوں کے ساتھ ہمدردی تھی۔ اس لئے مسلمانوں اور کفارِ قریش دونوں کو جنگ کے نتیجہ کا شدت کے ساتھ انتظار تھا۔

اُن دونوں سلطنتوں کے حدود، دریائے دجلہ وفرات کے کناروں پر آ کر ملتے تھے، ان کی سلطنت مشرق میں ایشیائے کوچک، حدود عراق، شام، فلسطین اور مصر میں پھیلی ہوئی تھی، ایرانیوں نے دوطرفہ حملہ کیا، ایک طرف تو وہ دجلہ وفرات کے کناروں سے شام کی طرف بڑھے اور دوسری طرف ایشیائے کوچک کی جانب آذربائیجان سے آرمینیا ہوکر موجودہ اناطولیہ میں داخل ہوگئے اور دونوں طرف سے رومیوں کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے سمندر میں ان کو ڈھکیل دیا، شام کی سمت میں انھوں نے یکے بعد دیگرے اس ارضِ مقدس کا ایک ایک شہر اُن سے

چھین لیا، ۶۱۴ء میں فلسطین اور اس کا مقدس شہر یروشلم صلیبی علم کے بجائے درفش کا دیانی کے زیر سایہ آ گیا، کنیسے مسمار کیے گئے، مذہبی شعائر کی توہین کی گئی ۲۶ ہزار یہودیوں نے ایرانی فوج میں شامل ہو کر ۶۰ ہزار بے گناہ عیسائیوں کا قتلِ عام کیا، شہنشاہِ ایران کے قصر اقامت کی تیس ہزار مقتول سروں سے آرائش کی گئی، ایرانی فتوحات کا سیلاب اس سے آگے بڑھ کر ۶۱۹ء میں پوری وادیِ نیل یعنی مملکتِ مصر پر محیط ہو گیا، اور آخر اسکندریہ کے ساحل پر جا کر تھما، اور دوسری طرف تمام ایشیائے کوچک کو زیروزبر کرتا ہوا باسفورس کے ساحل پر جا کر رکا اور قسطنطنیہ کی دیواروں سے جا کر ٹکرایا، شہنشاہِ روم کے دارالسلطنت کے سامنے ایران کے فاتح لشکر نے جا کر اپنے خیمے کھڑے کر دیئے او راب رومیوں کے بجائے ،عراق، شام وفلسطین ومصر وایشیائے کوچک کے وسیع علاقوں میں ایرانی حکومت قائم ہو گئی، ہر جگہ آتش کدے تعمیر ہوئے اور مسیح کے بجائے آگ اور سورج کی جبری پرستش کو رواج دیا گیا، رومی سلطنت کی اس تباہی کو دیکھ کر رومی شہنشاہی کی وسیع مملکت میں بغاوتیں کھڑی ہو گئیں، افریقہ میں بھی شورش ہوئی، خود قسطنطنیہ کے قریب یورپ میں مختلف قومیں قتل وغارت گری میں مصروف ہو گئیں، غرض اس وقت سلطنت رومہ کے پرزے پرزے اڑ گئے تھے۔

جنگ کا نتیجہ جب ایسا خلافِ امید ظاہر ہوا تو مسلمانوں کو یقیناً رنج اور کفار کو مسرت حاصل ہوئی اور انھوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ جس طرح ہمارے بھائی غالب ہوئے ہیں اسی طرح اگر تم ہم سے لڑتے تو ہم غالب ہوتے، اس وقت رومیوں کی جو افسوسناک حالت تھی وہ آپ سن چکے کہ وہ اپنے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک چپہ کھو چکے تھے، خزانہ خالی تھا، فوج منتشر تھی، ملک میں بغاوتیں پیدا ہو چکی تھیں، شہنشاہ روم ہرقل ہمہ تن عیاش، بے پروا، سست اور مبتلائے اَوہام تھا، ایرانیوں کا فاتح سپہ سالار قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہنچ کر رومیوں کے سامنے حسبِ ذیل شرائط کرتا ہے۔

رومی باج ادا کریں، ایک ہزار ٹالنٹ سونا، ایک ہزار ٹالنٹ چاندی، ایک ہزار حریر کے تھان، ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار باکرہ لڑکیاں ایرانیوں کے حوالہ کریں، رومیوں کی کمزوری کی یہ حالت ہے کہ وہ ان شرمناک شرائط کو قبول کرتے ہیں، اس پر بھی جب رومی

قاصد شہنشاہِ ایران کے دربار میں مصالحت کا پیام لے کر جاتا ہے تو مغرور خسرو جواب دیتا ہے ''مجھ کو یہ نہیں بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہئے اور اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک شہنشاہِ روم اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر سورج دیوتا کے آگے سر نہ جھکائے گا۔''

کارزارِ عالم کا نقشہ یہ تھا کہ معرکۂ جنگ سے بہت دور ایک خشک اور بنجر زمین کی سنسان پہاڑی سے ایک شہزادۂ امن نمودار ہوا اور واقعاتِ عالم کے بالکل خلاف، سروشِ غیب سے نغمۂ قدس میں گویا ہوا :

الٓمٓ ☆ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ☆ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ☆ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ط لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ط وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ بِنَصْرِ اللّٰهِ ط يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ☆ وَعْدَ اللّٰهِ ط لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۔ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ☆ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ۔

(روم-۱تا۶)

الم۔ اہل روم ایک قریب کی جگہ میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجاویں گے، پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی، اور اُس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی امداد پر خوش ہوں گے، وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے، زبردست ہے، رحیم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔

یہ پیشین گوئی واقعات کے لحاظ سے اس قدر مستبعد اور ناقابل یقین تھی کہ کفار نے اس کے صحیح ہونے کی صورت میں کئی اونٹوں کے ہارنے کی مسلمانوں سے شرط لگائی، اب مسلمانوں اور کافروں کو بڑی شدت سے واقعات کے پہلو کا انتظار تھا، آخر چند سال کے بعد دنیا نے خلاف

امید پلٹا کھایا، مورخ گبن کے الفاظ میں ''شہنشاہ جو اپنی ابتدائی اور آخری زندگی میں سستی، عیاشی اور اوہام کا غلام اور رعایا کے مصائب کا نامرد تماشائی تھا، جس طرح صبح وشام کا کہرا آفتاب نصف النہار کی روشنی سے پھٹ جاتا ہے، دفعۃً (۶۲۱ء میں) محلوں کا ارکاڈیوس میدان جنگ کا ہیرو بن گیا۔(۱) جس وقت ہرقل اپنی بقیہ فوج لے کر قسطنطنیہ سے چلتا ہے، لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ رومۃ العظمٰی کے آخری لشکر کا منظر دنیا کے سامنے ہے(۲) لیکن قرآن کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور عین اس وقت جب مسلمانوں نے بدر کے میدان میں قریش کو شکست دی، رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا، مشرقی مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا اور ایرانیوں کو باسفورس اور نیل کے کناروں سے ہٹا کر پھر دجلہ وفرات کے سواحل کی طرف ڈھکیل دیا۔

اس عظیم الشان پیشین گوئی کی صداقت کے اثر نے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا، قریش کے بہت سے لوگ اس صداقت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے،(۳) واقعہ کے ساڑھے بارہ سو برس کے بعد تاریخ زوالِ روم کا مشہور مصنف گبن اس حیرت ناک پیشین گوئی کی سچائی سے متحیر ہو کر کہتا ہے:

> ''عین اس وقت جب کہ ایرانیوں کو پیہم کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں، اس نے اس پیشین گوئی کی کہ جرأت کی کہ چند سال میں فتح وظفر رومی علم پر سایہ فگن ہوگی۔ جس وقت پیشینگوئی کی گئی تھی کوئی پیشینگوئی اس سے زیادہ دور از قیاس نہیں ہو سکتی تھی کیوں کہ ہرقل کی بارہ سال کی (۶۱۰ء سے ۶۲۲ء تک) حکومت نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ رومی شہنشاہی کا شیرازہ جلد ہی بکھر جائے گا۔''(۴)

مستدرک(۵) (علی شرط الصحیحین) اور جامع ترمذی(۶) میں ہے کہ ''روم وفارس کی جب جنگ شروع ہوئی تو مشرکین ایرانیوں کے طرف دار تھے، کیوں کہ وہ بھی بت پرست تھے، اور مسلمان رومیوں کے طرف دار تھے کہ وہ اہلِ کتاب تھے، اس وقت ایرانی روم کو

(۱) تاریخ زوال روم مصنفہ گبن ج ۳ ص ۴ ۳۰ مطبوعہ ۱۸۹۰ء (۲) ایضاً (۳) ترمذی تفسیر سورۂ روم (۴) تاریخ زوال روم جلد ۳ ص ۳۰۲ طبع مذکور (۵) جلد ۲ تفسیر سورہ روم (۶) تفسیر سورہ روم۔

دباتے جارہے تھے، اس پر سورۂ روم کی پیشین گوئی نازل ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلا چلا کر تمام مشرکین کو یہ پیشینگوئی سنائی، مشرکین نے کہا کہ اس پیشینگوئی کے لئے کوئی سال مقرر کرو، حضرت ابوبکرؓ نے پانچ سال کی شرط کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ بضع کا لفظ تین۳ سے نو۹ تک پر بولا جاتا ہے، اس لئے دس سال سے کم کی مدت مقرر کرنی چاہئے تھی، چنانچہ اس تشریح کے مطابق نویں سال غزوۂ بدر کے موقع پر پیشین گوئی پوری ہوئی اور رومی غالب آئے۔

قابلِ توجہ اور لائقِ غور پہلو

جو لوگ حالات سے مایوس ہوکر انتہا پسندانہ افعال پر آمادہ ہوجاتے ہیں انھیں بھی صلح حدیبیہ اور غلبۂ روم کے واقعہ سے سبق لینا چاہئے۔ حالات خواہ کتنے ہی مایوس کن ہوں، رات خواہ کتنی ہی تاریک ہو، ذلت خواہ کتنی ہی شدید ہو، صبح کا اجالا ضرور آتا ہے، حالات بدلتے ہیں، امید کی کرن جاگتی ہے، یاس کے اندھیروں میں آس کے انوار جگمگاتے ہیں۔ یہ صورتِ حال قومی وملی زندگیوں میں بھی رونما ہوتی ہے اور نجی وذاتی زندگیوں میں بھی۔

❀❀❀

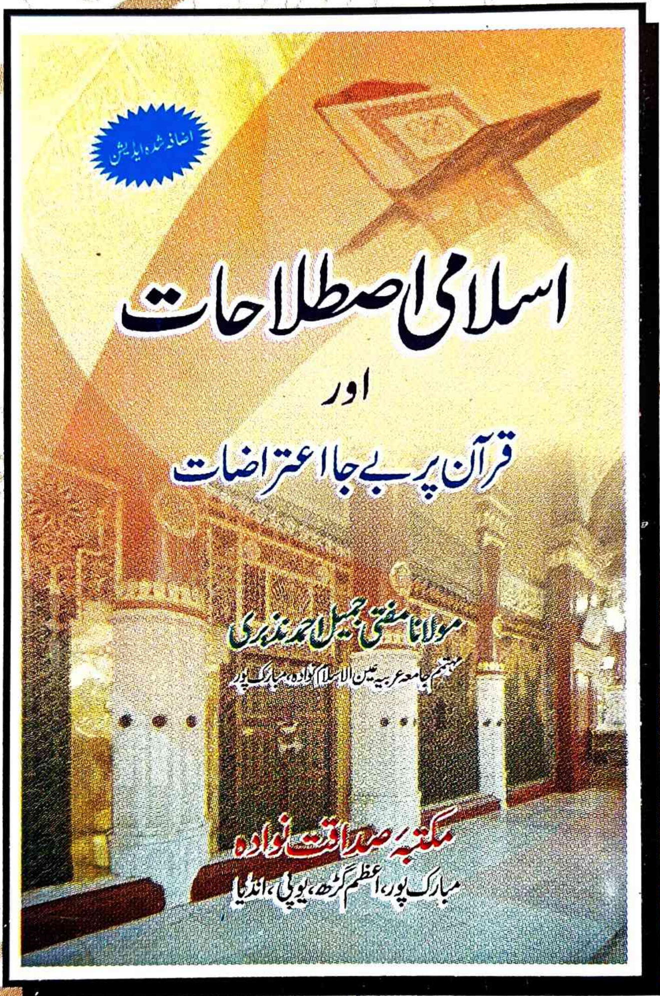

JAMIA ARABIA

AINUL ISLAM NEWADA

Mubarakpur, Azamgarh, U.P. India